اسرارالحق خانزادہ ☆
ڈاکٹر سید جاوید اقبال ☆☆

خانزادہ بولی اور اردو کے آغاز وارتقاء میں اس کا حصّہ

Khanzada Dialect and Its Role in origination and Evolution of Urdu Language

Mewat (Rajisthan) is the home land of khanzada, Jado Rajput ruled Mewat and it was remain a strong hold fort of these Jadu Rajputs (Khanazadas), A Member or these Jadu Rajput ruler family, Raja Sanpar pal Jadu Bansi Rajput, embraced Islam on the hand of Hazrat Naseer Uddin Charagh Dehlvi (R.A) during the reign or Feroz Shah Thughluq, Ruler of Dehli sultanate. He was given the Islamic name of Raja Bhadhur Nahar Khan beg the ruler of the Dehli, Raja Bahdhur Nahar Khan laid the foundation of Independent sovereign Khanzada state Mewat, which continue nearly Two hundred years. Khanzada Dialect of Mewat (Rahisthan) in an old dialect, after the creation of Pakistan in 1947, the whole Khanzada nation magrated to Pakistan settled in Sindh, now dealect which belong to Khanzadas, Now called Khanzada dialec. These dialect originate from Sanskrat an Aryan dialect and also called Khanzada dialect. These dialect belong to the suburbs of Dehli. It should be considered in that Mewat region is the nearest region of Dehli. It is therefore, Role of khanzada dialect established in the creation and development or Urdu language. This research study is present in this article.

خانزادہ برادری کا آبائی وطن ''میوات'' ہے جو کہ اس وقت ہندوستان کے تین صوبوں میں تقسیم ہے، یعنی راجستھان، ہریانہ اور اتر پردیش (یوپی)۔

☆ لیکچرر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ غزالی کالج اینڈ پوسٹ گریجویٹ، لطیف آباد، حیدرآباد۔ israrulhaqkhanzada@gmail.com
☆☆ پروفیسر شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو urdusindh@yahoo.com

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت بہت زیادہ جانی، مالی، تہذیبی اور ثقافتی قربانیوں کے بعد خانزادہ قوم کو پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔

اب خانزادوں کی سب سے زیادہ تعداد سندھ میں آباد ہے اور ایک معقول تعداد پنجاب (پاکستان) میں بھی آباد ہے۔

سندھ میں خانزادہ قوم کی آبادیاں ان شہروں، قصبات اور دیہاتوں میں ہیں: ٹنڈو الہیار، سکرنڈ، حیدرآباد، کراچی، قاضی احمد، دوڑ، نوشہرو فیروز، دولت پور، تھارو شاہ، نواب شاہ، نصرپور، ٹنڈو جام، ٹنڈو حیدر، ہوسڑی، باندھی، کھنڈو، سرہاری، شاہ پور چاکر، اڈیرو لال، رادھن، سیتا روڈ، جوہی، قمبر، کوٹڑی وغیرہ۔

پنجاب میں خانزادہ آبادی ان شہروں قصبات اور دیہاتوں میں ہے: پھول نگر، پتوکی، ملتان، مظفر گڑھ، خان کی موڑ، کوٹ ادو، جمبر۔ اس کے علاوہ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد اور دنیا کے مختلف ممالک میں بھی خانزادوں کی معقول تعداد آباد ہے۔

خانزادے، راجپوتوں کی مشہور شاخ جادو سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور میوات کئی ہزار سال سے ان کا وطن رہا ہے۔ خانزادہ قوم کے مورث اعلیٰ، میوات کے حکمراں جادو خاندان سے تعلق رکھنے والے راجا سانپر پال، جادو بنسی راجپوتوں میں پہلے شخص تھے جنھوں نے بادشاہ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ۷۵۷ھ میں حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حمید قلندر شاعر کتاب ''خیر المجالس'' ملفوظات حضرت نصیرالدین شاہ چراغ دہلوی میں لکھتے ہیں کہ

> ''بعہد فیروز شاہ باربک جادو راجپوتوں کے اندر جس شخص نے پہلے پہل دین و مذہب بطیّب خاطر خود اپنے دوش پر لیا اور کلمہ طیبہ سے گلزار ایمان کو سیراب و شاداب بنایا وہ سانپر پال مورث اعلیٰ خانزادہ گان میوات معہ خلف خود بلی بہادر خان ہوا ہے۔''[۱]

بادشاہ فیروز شاہ تغلق سے پہلے ''بہادر ناہر'' اور قبول اسلام کے بعد ''خان'' کا خطاب اور میوات کی موروثی حکومت ملنے پر راجا سانپر پال جادو، راجا بہادر ناہر خان میواتی کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کی اولاد خانزادہ کہلائی۔ خانزادہ بولی میں ''ناہر'' شیر کو کہتے ہیں۔

سر ڈینزل ابسٹن اپنی مشہور کتاب ''پنجاب کی ذاتیں'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''گڑ گاؤں کے خانزادوں نے قبیلے کے کالم میں خود کو جادو بنسی درج کروایا اور عام طور پر اسے اپنی گوت کہتے ہیں۔ مسلمان خانزادہ یعنی خان کا بیٹا بے کم و کاست ہندو راجپوت یعنی راجے کا بیٹا کا مترادف ہے۔''[۲]

راجا بہادر ناہر خان نے میوات میں ''خانزادہ سلطنت'' کی بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر سورج بھان بھردواج اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''فیروز شاہ تغلق سے اکبر کے عہد تک خانزادوں نے اس علاقے (میوات) پر حکومت کی خانزادے اصل میں جادو راجپوت ہیں جنھوں نے فیروز شاہ تغلق کے دور میں اسلام قبول کر لیا تھا۔''[۳]

ڈاکٹر سورج بھان بھردواج مزید لکھتے ہیں کہ:

''ارژنگ تجارہ مولف شیخ محمد مخدوم مفید عام پریس آگرہ ۱۸۷۵ء ایک مقامی رسالہ ہے جس میں میوات کے خانزادوں کی سلطنت کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے۔''۴

راجا بہادر ناہر خان مورث اعلیٰ خانزادگان میوات کے تذکرے سے ہندوستان کی فارسی، اردو، ہندی، اور انگریزی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ کیوں کہ سلطنت دہلی کے نزدیک، میوات میں وہ ایک طاقت ور حکمراں تھے۔ سلطنت دہلی کے کئی حکمرانوں نے ان سے فوجی مدد کی درخواست بھی کی اور کئی دہلی کے بادشاہ، میوات میں ان کے پاس پناہ گزیں بھی ہوئے۔

محمد قاسم فرشتہ ''تاریخِ فرشتہ'' میں ابوبکر شاہ اور ناصر الدین محمد بن سلطان فیروز شاہ کے درمیان تخت دہلی کے حصول کے لیے ہونے والی جنگ میں راجا بہادر ناہر خان کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''امیران دہلی بھی ابوبکر سے منحرف ہو کر ناصر الدین محمد سے مل گئے چشم زدن میں بیس ہزار سواروں کا گروہ اس کے پاس اکٹھا ہو گیا۔ ناصر الدین سمانہ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں پچاس ہزار اور سوار اس کے اطاعت گزار ہو گئے۔ پانچویں ربیع الآخر ۷۹۲ھ میں دہلی میں داخل ہو کر قصر جہاں نما میں قیام کیا۔ ابوبکر شاہ نے بھی فیروز آباد دہی میں اپنے لشکر کو مرتب کیا اور دوسری جمادی الاول کو ناصر الدین سے آمادہ بہ پیکار ہو کر اپنا خیمہ نصب کیا جنگ کے دوسرے روز بہادر ناہر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ فیروز آباد واپس لوٹا ابوبکر شاہ کو ناہر کے پہنچنے سے بہت ڈھارس ہوئی اور بہادر ناہر کے پہنچنے کے ایک دن کے بعد بادشاہ فیروز آباد سے نکل کر ایک وسیع میدان میں ناصر الدین سے جنگ کے لیے نکل آیا۔ ابوبکر شاہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔''۵

لرزندۂ جہاں امیر تیمور کے ہندوستان پر حملے کے وقت امیر تیمور اور راجا بہادر ناہر خان میواتی کی ملاقات بھی تاریخ کا حصہ ہے۔

"امیر تیمور نے کل پندرہ دن دہلی میں قیام کیا بادشاہ ابھی فیروز آباد ہی میں ٹھرا ہوا تھا کہ راجا بہادر ناہر نے تحفتاً دو سفید ہاتھی بھیجے۔ امیر تیمور نے سید شمس الدین ترمذی کو اس کے پاس بھیجا۔ خضر خان جو ناصر الدین محمود اور امیر تیمور کی باہمی کشمکش کے زمانہ میں میوات کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا تھا اب باہر نکلا۔''۶

میوات کی وجۂ شہرت وہ تکرار اور جنگیں ہیں جو میوات کے خانزادہ حکمرانوں نے میوات کی خود مختاری اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف ہندوستانی حکمرانوں سے کیں۔

ان میں قبول اسلام سے پہلے محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، بلبن (الغ) خان وغیرہ شامل ہیں۔ اور قبول اسلام کے بعد تغلق، سید، لودھی اور مغل حکمران شامل ہیں۔ دہلی کے حکمرانوں نے جب بھی میوات پر حملہ کیا میوات کے حوصلہ مند اور بہادر خانزادہ حکمرانوں نے نا صرف ان کا مقابلہ کیا بلکہ جواباً دہلی تک حملہ آور ہوئے اور ہمیشہ انہیں چیلنج (للکارتے) رہے۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ

''ناصر الدین نے شوال ۷۹۰ھ میں میوات کا سفر کیا اور میوات کو تخت و تاراج کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ جالیسر پہنچ کر ناصر الدین بہت سخت بیمار پڑا اس بیماری کی حالت میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بہادر ناہر نے نافرمانی کی ہے اور دہلی کے بعض پرگنوں کو خوب لوٹا اور برباد کیا ہے بادشاہ نے میوات کا سفر کیا، بادشاہ کوٹلے تک پہنچا تھا کہ بہادر ناہر مقابلہ پر آ گیا۔''۷

محمد قاسم فرشتہ مزید لکھتے ہیں کہ

''دہلی میں مبارک شاہ بادشاہ کو میواتیوں کی بغاوت کی خبر پہنچی، لہذا بادشاہ میوات کی طرف چل پڑا اور وہاں پہنچ کر ملک کو خوب لوٹا میوات کے لوگ اپنا وطن چھوڑ کر کوہ جھرکا میں جا کر چھپ گئے، مبارک شاہ نے ان کا محاصرہ نہ کیا کیونکہ ایک تو غلہ اور چارہ کی کمی تھی دوسرے دشمن کا قلعہ بہت مستحکم اور مضبوط تھا اسی باعث محاصرہ کو اس نے بیکار سمجھا اور دہلی چلا آیا۔''[۸]

راجا جلال خان خانزادہ کے دورحکومت کے بارے میں ''تاریخ فرشتہ'' کے مصنف مزید لکھتے ہیں کہ:

''۸۲۹ھ میں مبارک شاہ نے پھر میوات پر حملہ کیا بہادر ناہر کے پوتے جلو اور قدو اپنے خیر خواہوں اور امراء کے ساتھ الور کے پہاڑ پر مقیم ہو گئے اور عرصہ دراز تک شاہی لشکر سے برسر پیکار رہے۔''[۹]

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر مشہور خانزادہ حکمراں راجا حسن خانزادہ میواتی جس کے ذکر سے ہندوستان کی تاریخیں لبریز ہیں سے اپنی جنگ کا احوال اپنی خودنوشت سوانح حیات ''تزک بابری'' میں لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''<u>حسن خان میواتی اور اس کا ملک</u>۔حسن خان میواتی جس کا پیچھے ذکر ہوا میوات کا موروثی مالک ہے اس کے آباؤ اجداد تقریباً دو سو سال سے اس ملک پر قابض ہیں۔گو یہ دہلی کے نواح میں ہے لیکن اس کے باشندے دہلی کے بادشاہوں کے وفادار اور پوری طرح مطیع نہ تھے بلاشبہ یہ رسماً دہلی کے تاج سے وابستہ رہے تھے۔لیکن دراصل خودمختار تھے۔''[۱۰]

میوات کے خانزادہ حکمرانوں کو فارسی تاریخی کتب میں میواتی لکھا گیا ہے۔اس بارے میں میجر پی ڈبلیو پوولیٹ ''گزیٹر الور'' میں لکھتے ہیں کہ:

''The Mewati chiefs of the Persian historians who were probably the representatives of the ancient lords of Mewat these mewaties were called KHANZADAS)see khanzada''[۱۱]

درج بالا انگریزی عبارت کا اردو ترجمہ

''مسلمان میواتی سردار جن کا ذکر فارسی تاریخ دانوں نے اپنی اپنی تاریخوں میں کیا ہے وہ قدیم میواتی سردار صرف خانزادہ ہی ہیں اور ان ہی کو تاریخوں کے اندر میواتی کہا گیا ہے۔''[۱۱]

اور سر ڈینزل ابسٹن نے اپنی مشہور تصنیف پنجاب کاسٹ میں خانزادہ قوم کا احوال ان ابتدائی الفاظ سے بیان کیا

''وہ فارسی تاریخ دانوں کے میواتی سردار ہیں میواتیوں کو خانزادہ کہا جاتا ہے۔''[۱۲]

جنگ خانوا ۱۵۲۷ء میں راجا حسن خان خانزادہ میواتی کی شہادت کے بعد میوات میں خانزادوں کی دو سو سالہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا مگر مقامی حیثیت مستحکم رہی مغل ادوار میں بہت سے خانزادے اعلیٰ منصب پر فائز رہے جس میں وزیر، صوبے دار، فوجدار، نواب وغیرہ کے عہدے اور مناصب شامل ہیں۔ڈاکٹر سورج بھان بھردواج لکھتے ہیں کہ:

''جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خانوا کی جنگ کے بعد خانزادوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور میوات مغل انتظامیہ کے کنٹرول میں چلا گیا خانزادے مغل امراء کا حصہ بن گئے۔''۱۳؎

مرقع میوات کے مولف گزیٹر الور اے سی ہیکٹ کی انگریزی عبارت کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اکبر بادشاہ کے زمانے میں خانزادہ لوگ بادشاہ کی فوج کے بڑے مشہور اور زبردست سردار بنے ہوئے تھے اورنگ زیب کے زمانے میں میوات کے پرانے حاکموں میں سے اکرام خان خانزادے نے ملک میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا اور تجارہ کے گورنر سے نقارہ ونشان وغیرہ چھین کو اس کو نکال دیا۔لیکن اکرام خان اپنے آپ کو شاہی حکومت کے لیے زیادہ خطرناک ثابت نہ کر سکا"پُر اور مانڈل کا علاقہ ایک عرصے تک رنبار خانزادے کے خاندان میں رہا لیکن محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد ابتری میں اودے پور کے رانا نے چھین لیا عالم گیر ثانی کے زمانے میں نواب انتظام الدولہ خان خانزادہ ایک عرصے تک الور کا قلعہ دار تھا۔وہ تعظیم جو دربار میں جگہ ملنے کا ذریعہ ہوتی ہے شاہ آباد کے نواب کے پاس بھی ہے جس کا نام فیروز خان خانزادہ تھا جن خانزادوں نے اپنے خاندان کی روایتوں کو نہیں چھوڑا وہ اب بھی فوجی ملازمت کے بہت شائق ہیں۔اور برطانیہ کی فوجوں میں موجود ہیں نیز الور کی ریاست میں بھی بہت سے ملازم ہیں ان میں دولھے خان خانزادہ جو کہ خاص پلٹن کا کمانڈنگ آفیسر ہے وہ بہت بڑا آدمی ہے اور دربار میں معزز عہدے کا حق دار بھی ہے شاہ آباد کے خانزادوں کے خاندان میں اب بھی قلعہ دار موجود ہیں۔''۱۴؎

مولف،مرقع میوات،منشی محمد کاظم مولف "تاریخ عالمگیری" اور شیخ محمد بقا سہارنپوری صاحب ''سیر المتاخرین'' کے حوالے سے نواب فیروز خان خانزادہ کے بارے میں لکھتے ہیں جس کا مختصر احوال یوں ہے۔

''نواب فیروز خان خانزادہ نے مغل بادشاہ شاہ جہاں سے نواب کا خطاب اور جاگیر پائی مغل بادشاہ ہی کے نام پر ایک نیا شہر شاہ آباد بسایا۔نواب فیروز خان دارالشکوہ کی فوج میں فوج میمنہ کے سردار تھے۔اٹاوہ،دیپال پور اور سرہند کے فوجدار اور گورنر رہے۔اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں ہزاری منصب اور خلعت سے نوازے گئے۔شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں سکھوں نے بڑے پیمانے پر شورش برپا کی،نواب فیروز خان کو سرہند کا گورنر اور فوجدار بنا کر سکھوں کی بغاوت کچلنے کے لیے بھیجا گیا۔آپ نے بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے سکھوں کو شکست دی اور ان کی بغاوت کچل دی۔نواب فیروز خان شاہ عالم بہادر شاہ کی طرف سے اعظم شاہ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔آپ کا شاندار گنبد نما مقبرہ شاہ آباد میں ہے۔نواب فیروز خان کے خاندان میں ڈیڑھ سو سال تک حکومت رہی۔نواب فیروز خان کے ایک صاحب زادے نواب لشکر خان خانزادہ جو اورنگ زیب عالمگیر کی فوج کے ایک سردار تھے کی ایک جنگ میں فتح کو برصغیر کے نامور فارسی شاعر مرزا عبدالقادر بیدل نے نظم کیا ہے۔بیدل کے نواب لشکر خان خانزادہ سے ذاتی تعلقات تھے۔''۱۵؎

نواب فیروز خان خانزادہ،نواب لشکر خان خانزادہ،نواب پردل خان خانزادہ اور دیگر نوابین شاہ آباد کے سنگی مقبرے شاہ آباد میں آج تک عمدہ حالت میں موجود ہیں۔اس کے علاوہ الور میں فتح جنگ خان خانزادہ کا پانچ منزلہ سنگی مقبرہ بھی خانزادوں

کے عمارت سازی سے لگاؤ کا ثبوت ہے۔

راجا بہادر ناہر خان کی کوٹلہ میں پتھروں سے تعمیر شدہ مسجد بھی فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔اسی طرح راجا شہاب خان خانزادہ کا مزار اور مسجد بھی عمدہ حالت میں آج تک موجود ہے۔

راجا علاول خان خانزادہ اور ان کے بیٹے راجا حسن خان خانزادہ میواتی کا تعمیر کردہ قلعہ الور جسے بالا قلعہ بھی کہا جاتا ہے اپنی شاہ وشوکت کے ساتھ الور شہر میں موجود ہے جیسے دیکھنے کے لیے بہت سے سیاح آتے ہیں۔

تجارہ (الور) میں راجا علاول خان خانزادہ کا وسیع، بلند سنگی گنبد نما مقبرہ بھی سیاحوں کی دید کا مرکز ہے۔فتح جنگ خان خانزادہ کے مقبرے اور قلعہ الور کو راجستھان حکومت نے قومی ورثہ اور اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکو نے عالمی ورثہ قرار دیا ہے۔

نواب ذوالفقار خان خانزادہ، میوات کے قدیم خانزادہ حکمرانوں میں سے آخری حکمران تھے جنہیں راجا بختاور سنگھ نے راجپوتوں، جاٹوں اور مرہٹوں کی افواج کے ساتھ ملکر شکست دی۔

نواب ذوالفقار خان خانزادہ کے پاس ۱۸۰۳ء تک بھرت پور کے قریب موجودہ گوبند گڑھ کا علاقہ اور گھساولی کا قلعہ معہ پانچ سو گھوڑسوار سپاہ اور پیادہ تھے۔

میجر پی، ڈبلیو پوولیٹ، گزیٹر الور میں نواب ذوالفقار خان خانزادہ کے بارے میں درج ذیل انگریزی عبارت میں یوں لکھتے ہیں۔

> "In the time of M.RBakhtawar Singh, a family of Khanzadas held many villages round the present site of Govindgarh, Nawab Zulfikar Khan was the principal. His seat was known as the fort of Ghasaoli, about A.D1803 Bakhtawar Singh in conjunction with the marhattas, expelled him and the 500 horse he is said to have employed. Ghasaoli fort was destroyed and the site of it now a Raj grass preserve. The local seat of authority was removed to govindgarh a spot very near the old fort."[۱۶]

میجر پوولیٹ مزید لکھتے ہیں کہ

> "Behrawat, a village four mils south of govindgarsh, containing in habitants here there is a platform and building (thara)where formerly Nahar khan Khanzada brother of Zulfikar Khan Khanzada already mentioned. Dispensed justice and a ruined fort in which belonged to Nahar Khan or his brother, still come to this thara to settle disputed by oath."[۱۷]

اردو ترجمہ:

''بہراوت گوبندگڑھ کے جنوب میں چار میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں ایک عمارت اور ٹھرا ہے جہاں بیٹھ کر ناہر خان خانزادہ بھائی ذوالفقار خانزادہ جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے گردونواح کے مواضعات کے آدمیوں کے جوان کی رعایا تھے عدالتی فیصلے جو کہ قسم دھرم سے تعلق رکھتے تھے کئے جاتے تھے اور یہاں ایک قلعے کے کھنڈرات بھی ہیں جو کہ ناہر خان یا اس کے بھائی کے بنوائے ہوئے ہیں اب تک لوگ اس ٹھرے پر اپنے تصفیہ شدہ معاملات پر قسم یا حلف اٹھانے کے لیے آتے ہیں۔''

میوات کے مشہور خانزادہ حکمرانوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ راجا بہادر ناہر خان میواتی (میوات میں ۱۳۷۲ء میں خانزادہ سلطنت کے بانی اور مورث اعلیٰ خانزادہ قوم)
۲۔ راجا بہادر خان خانزادہ (بلی بہادر خان)
۳۔ راجا ملک علاؤالدین خان خانزادہ
۴۔ راجا شہاب خان خانزادہ
۵۔ راجا ملک اہردو خان خانزادہ
۶۔ راجا اقلیم خان خانزادہ
۷۔ راجا فیروز خان خانزادہ (انھوں نے اپنے نام پر فیروز پوجھر کا شہر بسایا)
۸۔ راجا احمد خان خانزادہ
۹۔ راجا جلال خان خانزادہ
۱۰۔ راجا زکریا خان خانزادہ
۱۱۔ راجا علاول خان خانزادہ (انھوں نے اپنے نام پر علول شہر بسایا جو بگڑ کر الور ہو گیا اور قلعہ الور کی تعمیر شروع کی)
۱۲۔ راجا حسن خان خانزادہ میواتی (مشہور خانزادہ حکمران ''شاہ میوات'' ۱۵۲۷ء میں خانوا (میوات) کے مقام پر مغل بادشاہ بابر سے جنگ کی)
۱۳۔ راجا ذوالفقار خان خانزادہ (۱۸۰۳ء تک کے آخری خانزادہ حکمران)

خانزادہ بولی:

خانزادہ بولی کا تعلق راجستھان میوات سے ہے۔ میواتی مشرقی راجستھان یعنی ''میوات'' کی بولی ہے اور اس کا شمار راجستھان کی پانچ بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ راجستھانی، راجستھان میں بولی جانے والی بولیوں کا مجموعی نام ہے۔ خانزادہ بولی، میواتی بولی کا ایک لہجہ یا تحتی بولی ہے۔ یہ اصل میں سنسکرت سے ماخوذ ہے اور ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

میواتی ''میوات'' کی بولی ہے اور رنگ، نسل، قوم، مذہب کے امتیاز کے بغیر پورے میوات میں بولی جاتی ہے۔ میوات میں یہ کہاوت مشہور ہے کہ:

''ہر بارہ کوس پر بولی کا لہجہ بدل جاتا ہے۔''

میواتی بولی، میوات میں مختلف لہجوں اور تبدیلیوں کے ساتھ بولی جاتی ہے لیکن یہ بولی زیل کے تین بڑے گروہوں میں تبدیل ہو جاتی ہے جو مختلف لہجوں اور تبدیلیوں کے ساتھ اسے بولتے ہیں۔

۱۔ خانزادہ خانزادہ بولی یا خانزادہ واتی

۲۔ میو میوواتی

۳۔ اہیر اہیرواتی

خانزادہ قوم کو ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت بہت زیادہ جانی، مالی، تہذیبی، ثقافتی اور تعمیراتی ورثے کی قربانیاں دے کر پاکستان ہجرت کرنا پڑی اور میوات جس کی تاریخ ہی خانزادوں سے عبارت ہے۔ خانزادہ قوم سے خالی ہو گیا۔

پاکستان میں خانزادے سندھ اور پنجاب میں آباد ہیں۔ اکثریت سندھ میں آباد ہے۔ سندھ میں خانزادہ قوم کی تعداد تقریباً ۵ لاکھ ہے جو سندھ کے مختلف اضلاع میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مقامی لوگ میوات اور اس کی بولیوں سے واقف نہیں اس لیے خانزادوں کی بولی کو خانزادوں سے نسبت دے کر ''خانزادہ بولی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جیسے ''گجرات''، ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے گجراتی بولی بولتے ہیں یہاں سندھ میں اس پر اردو، سندھی، فارسی، عربی اور اسلامی رنگ غالب ہے اور ہندوستانی گجراتی سے اب اپنی الگ شناخت رکھتے ہوئے ''میمنی'' بولی کہلاتی ہے۔

معروف سماجی کارکن عبدالستار ایدھی بھی اپنی بولی کو میمنی ''زبان'' کہتے تھے۔ اردو کے نامور محقق، ماہر لسانیات، اردو لغت بورڈ کے مدیر اور لغت نویس ڈاکٹر رؤف پاریکھ بھی اپنی زبان کو ''میمنی زبان'' لکھتے ہیں۔

اب یہاں سندھ میں بولی جانے والی ''خانزادہ بولی'' پر اردو، سندھی اور اسلامی اثرات نمایاں ہیں۔

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء سے پہلے میوات میں خانزادہ بولی کے مراکز درج ذیل شہر و قصبات رہے ہیں۔

الور، تجارہ، شاہ آباد، نوح، فیروز پور جھرکہ، مبارک پور (مارک پور)، مانڈی کھیڑا، کل گاؤں، اُدے پور، تلہیڑا، ڈ ڈیکر، بوبک کھیڑا، خضر پور، بھنڈوسی، کوٹ قاسم، پہاڑی، کھوں کلاں، نگینہ، سہنہ وغیرہ

خانزادہ بولی (خانزادہ واتی) صرف بولنے تک ہی محدود ہے اور اس میں کوئی کتاب یا تحریریں تک نہیں ملتیں۔ بلکہ اب معدوم ہوتی جارہی ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ بولی بالکل ختم نہ ہو جائے۔ جو کچھ بچا ہے وہ سینہ بہ سینہ روایات (سینہ گزٹ) کی صورت میں ہے اس میں بھی آج تک کسی نے یہ سینہ بہ سینہ روایات جمع کرنے کی معمولی کوشش بھی نہیں کی۔

۱۹۳۵ء میں خانزادوں کی ''قومی تاریخ''، ''مرقع میوات'' فاضل مولف خانزادہ شرف الدین شرف احمد نے مرتب کی۔

انھوں نے مرقع میوات کو زیادہ سے زیادہ مستند بنانے کے لیے سینہ بہ سینہ روایات کے بجائے مستند تاریخی کتب سے حوالے لیے۔ خانزادوں نے کیوں کہ ''ملک میوات'' پر ایک طویل عرصے تک حکومت کی تھی اس لیے فارسی شعرا کے خانزادہ حکمرانوں، سرداروں، امراء اور نوابین کے لیے لکھی گئیں فارسی تعریفی نظمیں، قصائد اور قطعات کو مرقع میوات میں شامل کیا اور میواتی شعرا، میراثیوں بھاٹ، پوتھی جاگاؤں کی کہی گئیں نظموں اوردوہوں وغیرہ کو شامل کتاب نہیں کیا۔

آج تک کسی نے خانزادہ بولی میں موجود ادبی سرمایہ کو جمع کرنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔خانزادہ بولی کا ادبی سرمایہ اپنے سینوں میں چھپائے نہ جانے کتنے لوگ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور آج یہ کام کتنا دشوار ہے اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو کہ کسی معدوم ہوتی بولی کے ادبی سرمائے کو جمع کرنے کا کام کر چکے ہوں۔

اردو رسم الخط ''خانزادہ بولی'' کے تمام حروف/ الفاظ کی آواز ادا نہیں کرسکتا، دیوناگری رسم الخط خانزادہ بولی کے الفاظ ادا کرنے کی کچھ صلاحیت رکھتا ہے پر مکمل طور پر نہیں۔

خانزادہ بولی میں ''نڑ'' کی آواز ہے اور یہ آواز کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔دیگر راجستھانی اور سندھی زبان میں بھی یہ آواز ہے میں نے ن+ڑ=نڑ کی آواز لکھنے کے لیے''نٹ'' کی شکل اختیار کی ہے۔

<u>خانزادہ بولی (خانزادہ واتی) کی مثال:</u>

سیانا کاگ:

ایک کاگ گھنا پیاسا تھا۔بُہتیرا اِدھر اُدھر کو اُڑا پر پانی ؕ نجر نہ آیا، پیاس کے مارے کاگ کا بڑا برا حال تھا گھنی بھاگی ڈوڑی کے بعد ایک گھڑا نجر آیا۔کاگ پانی پین کو نیچے گھڑے پر آ بیٹھا، گھڑے کے اندڈھوکا تو جرا سا پانی پینڈے سولگا نجر آیا۔گھڑے بہتر جرا سا پانی دیکھ کر کاگ پریشان ہوا پر کاگ بھی گھنا سیانا تھا۔اِدھر اُدھر سوں کنکر اٹھا کر گھڑے بہتر ڈالتا رہا جب پانی اوپر کو آ لگا تو اپنی پیاس بجھائی اور پھر سواڑ گیا۔

فرہنگ:

الفاظ	معنی
گھنٹا	بہت زیادہ
سیانٹا	چالاک، ہوشیار
کاگ	کوا
بہتیرا	بہت، زیادہ
نجر	دکھائی دیا، نظر

پانڑ	پانی
پیڑ	پینا
ڈھوکا	جھانکا
بہتر	اندر
سوں	سے

اردو میں ''ی'' یا ''یائے'' نسبتی الفاظ کے آخر میں لگائی جائے تو تعلق یا نسبت ظاہر کرتی ہے۔جیسے دہلوی، بریلوی، لکھنوی، الوری وغیرہ۔

خانزادہ بولی میں اس کے برعکس ''یا'' الفاظ کے آخر میں لگانے سے تعلق یا نسبت کا اظہار ہوتا ہے۔خصوصاً کسی شہر، قصبے، گاؤں کے رہائشی کے لیے، مثلاً الور، تجارہ، شاہ آباد، فیروز پور جھرکہ، میوات کے مشہور شہر ہیں۔ یہاں کے رہنے والے کو اس طرح مخاطب کریں گے۔

حسن خان الوریا

علاوالدین خان تجاریا

فیروز خان شاہ آبادیا

احمد خان فیروزپوریا

خانزادہ بولی میں فعل (Verb) کے آخر میں ن+ڑ=نڑ، ن آتا ہے۔مثلاً:

خانزداہ بولی کے فعل	اردو معنی
پیڑ	پینا
لکھنڑ	لکھنا
کھیلنڑ	کھیلنا
بھاگنڑ	بھاگنا
اُڑنڑ۔اُڈنڑ	اُڑنا
پکڑنڑ	پکڑنا
گھومنڑ	گھومنا
کھاونڑ	کھانا
سوونڑ	سونا

لڑنٹ۔لڈنٹ	لڑنا
دیکھنٹ	دیکھنا
بیٹھنٹ	بیٹھنا

خانزادہ بولی میں بولتے وقت ''ڑ''، ''ڈ'' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔مثلاً

اُڑنٹ	اُڈنٹ	اُڑنا
لڑنٹ	لڈنٹ	لڑنا
گاڑی	گاڈی	گاڑی

خانزادہ بولی میں بولتے وقت ''ل''، ''ر'' یا ''ڑ'' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔مثلاً

کالا	کارا یا کاڑا
گولی	گوڑی
نیلا	نیڑا
پیلا	پیڑا
لال (رنگ)	لاڑ

جیسے ''الور'' میوات کا مشہور شہر ہے۔خانزادہ دور حکومت میں آباد ہوا اور خانزادہ سلطنت کا دارالحکومت بھی رہا، اب بھی میوات راجستھان کا اہم اور مشہور شہر ہے۔اس کی وجۂ تسمیہ کے بارے میں مولوی مظہر الدین مدیر ''اخبار الامان'' دہلی (ضمیمہ اخبار الامان ''الور نمبر'') مطبوعہ جنوری ۱۹۳۳ء میں لکھتے ہیں کہ:

> ''بعض کا خیال ہے کہ علاول خان خانزادہ بانی کے نام پر اس کا نام ''علول'' مشہور ہو گیا اور پھر تبدیل اسماء کے مختلف مدارج سے گزر کر ''الور'' ہو گیا۔''[۱۹]

مشہور خانزادہ حکمران راجا حسن خان خانزادہ میواتی نے اپنے والد راجا علاول خان خانزادہ کے نام پر اس شہر کو نئے سرے سے بسانے کی وجہ سے ''علول'' نام رکھا۔

جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا خانزادہ بولی میں ''ل''، ''ر'' یا ''ڑ'' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔پس اسی اصول کے تحت ''علول'' کا حرف لام، حرف رے سے تبدیل ہو کر ''علور'' اور پھر ''الور'' بن گیا۔

خانزادہ بولی میں واحد سے جمع بنانے کیلیے عموماً الفاظ کے آخر میں ''ن'' کا استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً:

واحد	جمع
لوگ	لوگن

گاؤں	گاؤن
بکری	بکرین
بچہ	بچن
بڑا	بڑن
آدمی	آدمین
عورت	عورتن
مرد	مردن
انسان	انسانن
کتاب	کتابن
سب	سبن

اردو کے آغاز وارتقاء میں خانزادہ بولی کا حصّہ:

مولف ''مرقع میوات'' لکھتے ہیں کہ:

''اہل شاشتر نے دنیا کو سات دیپ اور نو کھنڈوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک دیپ میں کچھ کھنڈ ہیں اور ایک کھنڈ میں کچھ دیس ہیں چنانچہ ایک کھنڈ کا نام بھرت کھنڈ ہے جس میں "میوات" کا دیس شامل ہے۔ میوات کا نام قدیم ہی سے میوات چلا آتا ہے۔ مسلمان مورخوں نے بھی اس علاقے کا نام اپنی اردو یا فارسی کی تاریخوں میں ''ملک میوات'' یا ''ولایت میوات'' لکھا ہے۔''[۲۰]

مرقع میوات کے مولف ''میوات'' کی وجۂ تسمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''میوات کا تمام علاقہ پہاڑی ہے اور سنسکرت زبان میں میر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پس پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے میوات کا نام ''میروات'' یا ''میرات'' رکھا گیا اور پھر کثرت استعمال سے میوات ہو گیا۔ ٹاڈ راجستھان میں بھی میوات کا دوسرا نام ''میرات'' لکھا گیا ہے۔''[۲۱]

ملک میوات کی جغرافیائی حدود میں تغیر وتبدیلی واقع ہوتی رہی ہے اور مختلف ادوار میں اس کی جغرافیائی حیثیت میں بھی تبدیلی آتی رہی ہے کیوں کہ میوات تقریباً ایک ہزار سال سے رزم گاہ بنا ہوا تھا۔

محمود غزنوی، قطب الدین ایبک، شہاب الدین غوری، غیاث الدین بلبن، تغلق، سید، لودھی اور مغل حکمرانوں سے لے کر جاٹوں، مرہٹوں، نروکا اور انگریز حملہ آوروں کی یلغار کا میوات نے مقابلہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میوات کی سرحدیں سکڑتی اور پھیلتی رہی ہیں۔

سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں میوات کی سرحدیں اجمیر، آگرہ اور دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔

راجا حسن خان خانزادہ میواتی (شہادت ۱۵۲۷ء) کے دور حکومت میں دہلی کا جنوبی حصہ، ریواڑی، نارنول، تجارا، الور، بیانہ، بھرت پور، جے پور اور آگرہ وغیرہ کے علاقے شامل تھے۔

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے راجا حسن خان خانزادہ کی شہادت اور فتح میوات کے بعد میوات کے حصے بخرے کر دیئے۔ انگریز دور حکومت میں میوات چار اضلاع اور تین ریاستوں یا صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۱۔ ریاست الور

۲۔ ریاست بھرت پور

۳۔ ریاست لوہارو فیروز پور جھرکا

۴۔ ضلع گڑگاؤں

''مرقع میوات'' میں میوات کی یہ حدود بیان کی گئی ہیں۔

''آمیر سے چالیس کوس شمال کی طرف ہٹ کر ملک میوات شروع ہوتا ہے یعنی الور سے ابتداء ہے اور دریائے جمنا تک انتہا ہے۔ پس حدود اربعہ یہ ہیں، شمال میں انتر بید یعنی دریائے گنگا اور جمنا کا درمیانی علاقہ، مشرق میں برج کا دیس جس میں بھرت پور کی ریاست اور ضلع متھرا شامل ہے۔ جنوب میں ڈھونڈھار کا علاقہ ہے۔ مغرب میں بیگوتہ جس میں کوٹ قاسم اور تحصیل ریواڑی وغیرہ شامل ہیں اور راٹھ کا علاقہ جس میں جیند ولی سے مانڈھن اور بہروڑ شامل ہیں۔''۲۲

میوات کا ذکر قدیم مسلم تاریخ نویسوں کی فارسی تاریخوں میں بھی ملتا ہے۔ طبقات ناصری، تاریخ فیروز شاہی اور ظہیر الدین بابر کی ترکی زبان میں لکھی گئی خود نوشت ترک بابری میں ملک میوات اور راجا حسن خان خانزادہ کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔ بابر یہ بھی لکھتا ہے کہ

''راجا حسن خان خانزادہ کے خاندان میں دوسو (۲۰۰) سال سے موروثی حکومت چلی آتی ہے۔''۲۳

تاریخ فرشتہ میں بھی میوات اور خانزادہ حکمرانوں کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح میوات کا ذکر پرتھوی راج چوہان کے درباری شاعر کبے چند بروائی نے بھی اپنی رزمیہ نظم ''پرتھوی راج راسو'' جو کہ سوالاکھ اشعار کا رزمیہ ہے میں کیا ہے۔

''پرتھوی راج راسو بارہویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے۔''۲۴

راجپوتوں میں جادو خاندان کو بڑی عظمت حاصل ہے کیوں کہ شری کرشن جی مہاراج بھی جادو نسل سے تھے۔ جادو راجپوتوں کو یادو بھی کہا جاتا ہے۔

علاقہ برج اور اس کے ساتھ میوات میں تہن گڑھ اور بیانہ تک جادو راجپوت آباد ہیں۔

راجا تہن پال جادو نے اپنے نام پر تہن گڑھ آباد کیا تھا۔ تہن پال کے والد بجے پال تھے اور بجے پال کی حکومت پورے میوات پر تھی اور بیانہ دار الحکومت تھا، بجے پال نے بیانہ کے قلعے کو جو کہ ایک اونچے پہاڑ پر ہے مزید مضبوط کیا۔ مولف ''مرقع میوات'' لکھتے ہیں کہ:

''محمود غزنوی کے بھتیجے مسعود سالار غزنوی نے ۱۰۰۴ء مطابق ۴۲۱ھ میں بیانہ فتح کیا۔''۲۵؎

مرقع میوات میں لکھا ہے کہ:

''۵۹۲ھ مطابق ۱۱۹۷ء میں شہاب الدین غوری تہن پال کی سرکشی کی خبر سن کر اس کو سزا دینے کے لیے اور علاقہ میوات کا انتظام درست کرنے کے لیے آیا تو اس کی لڑائی تہن پال سے ہوئی۔''۲۶؎

راجا بجے پال جادو اور راجا تہن پال جادو خانزادوں کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے آباء واجداد ہیں۔ مولف مرقع میوات لکھتے ہیں کہ:

''بیانہ میں جادو راجاؤں کے زمانے کے بہت سے محل اور تہ خانے بنے ہوئے ہیں ان تہ خانوں میں سے کھود کھود کر اب تک جادو راجاؤں کے آلات جنگ نکالے جاتے ہیں۔۔۔۔۔راقم نے خود بھی یہ چوراسم کھم والی عمارت ۲۶/دسمبر ۱۹۳۳ء کو بھرت پور جاتے ہوئے دیکھی۔''۲۷؎

محمود غزنوی، قطب الدین ایبک، غیاث الدین بلبن کے حملوں نے میوات پر گہرے اثرات مرتب کیے، میوات دائرہ اسلام میں آتا گیا۔ جادو راجپوتوں میں راجا بہادر ناہر خان میواتی جد اعلیٰ خانزادہ قوم پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے بھائی شوپر پال اور خاندان اور دیگر جادو راجپوتوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

راجا بہادر ناہر خان میواتی نے خود حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا لیکن حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ایک خلیفہ نے بھی میوات میں اسلام کی تبلیغ کی جس کے نتیجے میں دیگر جادو راجپوتوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں کہ:

''شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ایک خلیفہ شیخ موسیٰ تھے جو میوات پہنچے اور انہوں نے وہاں تبلیغ و تذکیر کا کام انجام دیا۔ ان کا مزار پلہ تحصیل نوح (میوات) میں ہے۔ ۲۷ جمادی الاوّل کو بڑا زبردست میلہ ہوتا ہے۔''۲۸؎

یہ تمہید اس لیے باندھی گئی کہ میوات پر محمود غزنوی اور دیگر مسلم حکمرانوں کے حملوں اور بزرگان دین کی وجہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی اور یہیں میوات کی زبان اور راجا بہادر ناہر خان اور ان کے خاندان اور جادو راجپوتوں کی زبان پر فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے اثرات پڑنا شروع ہوئے اور فارسی، ترکی بولنے والوں کی زبان پر میوات کے خانزادہ حکمرانوں اور ان کی جادو راجپوتوں پر مشتمل فوج کی زبان کے اثرات مرتب ہوئے۔

۱۳۷۲ء میں راجا بہادر ناہر خان میواتی نے میوات میں خانزادہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ وہ سلطنت دہلی کے نزدیک سب سے طاقتور حکمران تھے۔ ۱۳۷۲ء راجا بہادر خان سے ۱۵۲۷ء راجا حسن خانزادہ تک میوات میں خانزادوں کی خود مختار حکومت رہی اور اس تمام عرصے میں خانزادوں اور دہلی سلطنت اور سپاہ کا تعلق نظر آتا ہے جس کے اثرات خانزادوں کی بولی اور دہلی سلطنت کی فارسی زبان پر بھی پڑتے ہیں اور خانزادوں کی بولی میں فارسی، عربی اور ترکی کے الفاظ کی آمیزش سے ایک نئی زبان اردو کے ابتدائی خدوخال رونما ہوتے ہیں۔

جب ہم حضرت امیر خسرو، عبدالرحیم خان خانان، معراج العاشقین، نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اور ولی تک کی شاعری

پر نظر ڈالتے ہیں تو خانزادہ بولی کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ حافظ محمود شیرانی ''پنجاب میں اردو'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت کون سی زبان بولی جاتی تھی یقیناً وہ راجستھانی ہوگی یا برج۔''۲۹

میوات کی خانزادہ سلطنت اور دہلی کی سلطنت کے درمیان ربط و تعلق کی ایک جھلک درج ذیل ہے۔
مولف ''مرقع میوات'' لکھتے ہیں کہ:

''خانزادے پناہ میں آئے ہوئے آدمی کے لیے دوست تو درکنار دشمن کے لیے بھی جانثار دوست بن جاتے تھے چنانچہ خانزادہ قوم کی طرف سے قلعہ کوٹلہ، اندور، گھرول اور الور کے دروازے ہمیشہ ایسے ہی لوگوں کو پناہ دینے کے لیے کھلے رہتے تھے۔ اسی لیے اپنی حکومت کے زمانے میں خانزادوں نے مفصلہ ذیل بادشاہوں اور ان کے امرا اور وزرا کو پناہ دی تھی۔''

۱۔ خان جہاں وزیر فیروز شاہ باربک ناصر الدین محمد کے خوف سے دہلی سے بھاگ کر میوات میں بہادر ناہر خان کی پناہ میں آ گیا تھا۔

۲۔ سید خضر خان امیر تیمور کے خوف سے شروع میں بہادر ناہر خان کی پناہ میں میوات میں آیا تھا۔

۳۔ محمد تغلق ثانی کو ناصر الدین محمد شاہ کے برخلاف بہادر ناہر خان نے مدد دی جس سے ناصر الدین محمد نے قلعہ نگر کوٹ میں جا کر پناہ لی۔

۴۔ ابوبکر شاہ تغلق کو تین دفعہ میوات سے فوج لے جا کر بہادر ناہر خان نے شہر فیروز آباد میں ناصر الدین محمد کے برخلاف مدد دی۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی اپنی تاریخ ہندوستان جلد دوئم صفحہ ۴۲۰ میں لکھتے ہیں کہ:
ابوبکر شاہ اور محمد شاہ کے زمانے میں خانزادوں کی قدر و منزلت بڑھ کر ان کا عروج بہت زیادہ بڑھ گیا تھا جنہوں نے ابوبکر شاہ اور محمد شاہ کی طرف سے ہمیشہ جانیں لڑائیں۔

۵۔ نصرت شاہ اور ناصر الدین محمود کو بہادر ناہر خان نے مدد دی

۶۔ ملک قدو خان برادر جلال خان خانزادہ والئ میوات نے مبارک شاہ کے برخلاف سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی مدد کی تھی۔

۷۔ سلطان محمد شاہ کے برخلاف میوات کے خانزادوں نے سلطان محمود خلجی کو مالوہ سے دہلی کی سلطنت کے لیے بلایا تھا چنانچہ وہ ۸۴۴ھ میں دہلی آیا اور محمد شاہ سے لڑا۔

۸۔ سلطان حسین شرقی کو احمد خان خانزادہ والئ میوات نے دو دفعہ مدد دی تھی۔

۹۔ راجا حسن خان خانزادہ والءمیوات نے بابر بادشاہ کے برخلاف ابراہیم لودھی کی مدد جس میں حسن خان کا بیٹا ناہر خان، بابر بادشاہ کی قید میں جا پڑا تھا (تزک بابری میں اس واقعے کا ذکر ہے)

۱۰۔ محمد خان اوحدی حاکم بیانہ کو قدو خان اور جلال خان خانزادگان نے مبارک شاہ کے برخلاف مدد دی۔

۱۱۔ سلطان محمود پسر سکندر شاہ لودھی کو حسن خان والیٔ میوات نے بابر شاہ کے خلاف مدد دی۔

۱۲۔ بعض دفعہ اس پناہ دہی کی بدولت خود بھی نقصان اٹھاتے تھے چنانچہ حسن خان نے بابر کے خلاف دس ہزار سوار لے جا کر رانا سانگا کی مدد کی تھی جس میں وہ خود بھی مارا گیا جس کی وجہ سے خانزادوں کی خود مختارانہ حکومت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔''۳۰

اب درج بالا نکات کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر مسعود حسین خان کا یہ بیان پڑھیں (واضح رہے کہ دہلی کے نواح میں یا دہلی کے سب سے نزدیک علاقہ میوات کا ہے خصوصاً میواتی علاقہ گوڑ گاؤں)

''میواتی، یہ الور اور دہلی کے جنوب میں گوڑ گاؤں میں بولی جاتی ہے۔قدیم اردو کی ساخت پرداخت میں اس کا بھی حصہ رہا ہے حالانکہ اس پر تحقیق کم ہوئی ہے کیوں کہ ادبی اعتبار سے یہ بولی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔''۳۱

ڈاکٹر مسعود حسین خان مزید لکھتے ہیں کہ

''راجستھانی کے علاقوں میں اردو اور ہندی ادبی زبانوں کی حیثیت سے رائج ہیں۔''۳۲

ڈاکٹر مسعود حسین خان لکھتے ہیں کہ

''زبان دھلوی، کھڑی بولی کا ارتقا اگر ایک طرف اردو کی شکل میں خسرو اور دیگر صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہو رہا تھا تو دوسری طرف لشکریوں اور بیوپاریوں اور سادھوں کے ذریعے پنجاب، دکن اور پورب کے علاقوں میں رواج پا چکی تھی۔سلاطین دہلی کا جو لشکر بنگال سے لے کر دکن کی جانب سیلاب کی مانند بڑھتا ہے اس میں پروفیسر ژول بلوک کے مطابق پنجابیوں سے زیادہ علاقہ کے اوراکھڑ لوگوں کی تعداد تھی۔سلاطین دہلی کی فوجوں میں بھی بھرتی سب سے زیادہ اضلاع انبالہ، کرنال، حصار اور دہلی کے جنوب میں میوات کے علاقے سے کی جاتی تھی جہاں جنگی روایات آج بھی زندہ ہیں۔''۳۳

ڈاکٹر مسعود حسین خان، میوات کی بولی اور اردو کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''پچھلے ابواب میں ہم نے قدیم اردو پر میواتی کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کیا تھا۔میوات کا ذکر پرتھی راج راسو تک میں ملتا ہے۔میواتی راجستھانی کی شمال مغربی ہے جس کے ڈانڈے ایک طرف برج بھاشا اور دوسری طرف بانگروں سے جا ملتے ہیں اس کا مرکز ریاست الور ہے، گڑ گاؤں کے مغربی، پٹودی اور ضلع دھلی کے بعض علاقوں میں اس کی بولی اہیرواٹی رائج ہے۔۔۔۔فتح دہلی کے بعد سے میوات نومسلموں کا گڑھ رہا ہے شیرانی نے کھڑی بولی اور ہریانی کی قدامت سے تو انکار کیا ہے لیکن برج کے ساتھ راجستھانی کی قدامت کو تسلیم کیا ہے۔۔۔۔ان سطور میں قدیم اردو بالخصوص قدیم دکنی کی بعض خصوصیات کی توجیہہ میواتی بولی سے کی جائے گی جس کی قدامت کے شیرانی بھی مقر ہیں اور جو نہ صرف نواح دہلی بلکہ دہلی کے جنوب مغربی حصوں میں رائج ہے۔

(الف) اسمائے جمع

واحد	جمع میواتی میں	جمع دکنی میں
گھوڑا	گھوڑاں	گھوڑاں

اسمائے ضمائر

میواتی: میں۔تو۔تجھ۔موں۔میرے۔میرو۔تج۔توں۔تیرے۔تیرو۔ہم۔ہما۔مہارے۔مہارو۔تُم۔تَم۔تھم۔
تہارے۔تہارو۔آپ۔اپنڑا۔یو۔وویاوا(مونث)
کون۔جن۔کن۔جو۔جون۔جس۔اس۔ان۔اُس

(ب) حروف: کا۔کی۔کے

اس لحاظ سے کھڑی بولی، ہریانی، میواتی، برج اور دکنی میں مطابقت پائی جاتی ہے۔پنجابی ان سے بالکل مختلف ہے۔

(ج) افعال:

افعال میں میواتی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ (ھے) اور اس کی مختلف شکلوں کی بجائے (سے) اور اس کی مختلف شکلیں مثلاً میں سوں، میں ساں، ہم سیں، ہم ساں وغیرہ استعمال ہوتی ہیں جو راجستھانی کی عام خصوصیت کی حامل ہے جو ہریانی یا کھڑی بولی (بالخصوص میرٹھ، مظفر نگر اور سہارن پور کے اضلاع) میں پائے جاتے ہیں یعنی مشدد الفاظ کا استعمال درمیانی حروف علت کی تخفیف (ڑ) پر (ڈ) اور (ڑھ) پر (ڈھ) ترجیح صوتی نقطہ نظر سے یہ دکنی کی بھی عام خصوصیات ہیں۔

میواتی میں ادبی نمونے ناپید ہیں۔لوک گیتوں کے علاوہ قابل قدر چیز نہیں ملتی۔جغرافیائی اعتبار سے بھی میوات کا علاقہ دہلی سے قریب ترین ہے۔اس لیے یہ بعید از قیاس نہیں کہ قدیم اردو کا پنجابی پن نہ صرف اس کا ہریانی پن ہے بلکہ میواتی پن بھی ہے۔''۳۴

اگر ہم حضرت امیر خسرو کی زبان (شاعری) کو دیکھیں تو وہ آج کی خانزادہ بولی کے اتنے قریب ہے کہ اسے خانزادہ بولی ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

امیر خسرو کی بہت سی پہلیاں تو خانزادوں میں صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلی آتیں ہیں اور دادی یا نانی یہ نہیں جانتیں کہ یہ پہلیاں امیر خسرو کی ہیں۔۳۵

مثلاً:

ہری تھی من بھری تھی
لاکھ موتی جڑی تھی
راجا جی کے باغ میں
دوشالہ اوڑھے کھڑی تھی (پہیلی: بھٹہ)

فرہنگ:

خانزداہ بولی کے الفاظ	اردو معنی
ہری	سبز
من	دل

موتی	ہیرے۔نگ
راجا	بادشاہ
دوشالہ	ایک قسم کی چادر

ایک کہانی میں کہوں، سن لے میری پوت
بنا پروں او اڑ گیا، باندھ گلے میں سوت (پہیلی: پتنگ)

خانزادہ بولی کے لفظ	اردو معنی
میں کہوں	میں سناؤں
پوت	اولاد، بیٹا
او	وہ
سوت	واگھا،ڈور

اور (وہ) لفظ خانزادہ بولی میں کثرت سے مستعمل ہے لیکن اب اردو زبان میں متروک ہے۔

ڈالا تھا سب من بھایا
ٹانگ اٹھا کر کھیل بنایا
کمر پکڑ کر دیا ڈھکیل
جب ہو وے وہ پورا کھیل (پہیلی: جھولا)

خانزادہ بولی کے لفظ	اردو معنی
بھایا	پسند آیا
ڈھکیل	دھکیل
ہووے	ہونا، ہوتا ہے

ہووے لفظ اردو میں متروک ہے لیکن خانزادہ بولی میں مستعمل ہے۔

اب کچھ امیر خسرو کی مکرنیاں جو کہ اردو اور ہندی کی ابتدائی شکل کے طور پر جانیں جاتیں ہیں۔[۳۶] مگر خانزادہ بولی کا حصہ ہیں اور ان کے الفاظ آج بھی خانزادہ بولی میں مستعمل ہیں۔

ساری رین مورے سنگ جاگا
بھور بھئی تب بچھڑن لاگا
واکے بچھڑت پھاٹے جیا
اے سکھی ساجن! نا سکھی دیا

خانزادہ بولی کے لفظ	اردو معنی
رین	رات
مورے	میرے
سنگ	ساتھ
بھور بھئی	صبح صادق
بچھڑن	جدا ہو
واکے	اس کے
بچھڑت	جدا ہونے سے
جیا	دل
دیا	چراغ

یہ تمام الفاظ خانزادہ بولی کے ہیں اور مستعمل ہیں خصوصاً بچھڑن، مورے، بچھڑت، رین اوراب اردو میں مستعمل نہیں

وا آوے تب شادی ہووے
اس بن دوجا اور نہ کودے
میٹھے لاگے وا کے بول
اے سکھی ساجن! نا سکھی ڈھول

خانزادہ بولی کے لفظ	اردو معنی
وا	وہ
آوے	آنا
لاگے	لگے، پسند آنا

ہووے	ہونا
واکے	اس کے

موری کھاتر بجار سے آوے
کرے سنگھار تب مایا پاوے
من بگڑے نہ ریکھت مان
اے سکھی ساجن ! نا سکھی پان

<u>خانزادہ بولی کے لفظ</u>	<u>اردو معنی</u>
موری	میری
کھاتر	خاطر کے لیے
آوے	آنا
مایا	موہ، پیار، محبت
پاوے	حاصل کرنا
من	دل
ریکھت	رکھنا
بجار	بازار

یہ تمام الفاظ اب اردو میں متروک ہیں مگر خانزادہ بولی میں مستعمل ہیں۔خانزادہ بولی میں خ کی آواز کھ سے اور ز کی آواز ج سے ادا کی جاتی ہے جیسا کہ امیر خسرو نے کھاتر اور بجار کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔اوراب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی امیر خسرو پر لکھی گئی کتاب سے ڈاکٹر اشپر نگر کی پیش کردہ چند پہلیاں

خدا

سب سکھین کا پیا پیارا
سب میں ہے اور سب سوں نیارا
وا کی آن مجھے یہ بھا
جا کی ہے بن دیکھی چاہ[۳۷]

اردو معنی	خانزادہ بولی کے لفظ
سہلیاں، دوست	سکھین
محبوب	پیا
سے	سوں
اس کی	وا کی
جس کی	جا کی
محبت	چا

خانزادہ بولی میں عموماً "ن" لگا کر واحد کی جمع بنائی جاتی ہے جیسے سکھی کی جمع سکھین ۔

سوں (سے) خانزادہ بولی کا لفظ ہے جو آج بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے یہ لفظ اب اردو میں متروک ہے لیکن امیر خسرو سے لے کر ولی تک نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔

پہیلی اسپ

لوہا چابے ہر نالا دے باگن باگن پھرتا آئے
لوگن کے کوسے نامرے سب لوگ کہیں یہ مر کب جاوے ۳۸

اردو معنی	خانزادہ بولی کے لفظ
چبانا	چابے
زین کا اگلا اٹھا ہوا حصہ	نالا
دوڑنا	باگن
لوگ کی جمع، آدمی، آدمیوں	لوگن
بددعا دینے سے بھی نہیں مرتا	کوسے نامرے

امیر خسرو کی اس پہیلی میں خانزادہ بولی کے تحت لوگ کی جمع ن لگا کر لوگن بنائی گئی ہے۔

ڈھول

سانپ سر کی چٹیا لے کر ناہریا غرائے
کہیے راجا بھوگ سے یہ کون جناور جائے

اردو معنی	خانزادہ بولی کے لفظ
شیرنی	ناہریا
بھوج	بھوگ
جانور	جناور

خانزادہ بولی میں "ناہر" شیر کو کہتے ہیں اور ناہر کی مونث ناہریا ہے۔خانزادہ قوم کے جداعلیٰ کا نام بھی بہادر ناہر تھا۔اسی طرح حسن خان خانزادہ کے بیٹے کا نام بھی ناہر خان تھا۔مغل بادشاہ بابر نے اپنی تزک بابری میں راجا حسن خان کے بیٹے ناہر خان کا اس کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اسی طرح جانور کے لیے جناور لفظ آج تک خانزادہ بولی میں مستعمل ہے۔

بھوج اور کچھ کے حکمران جادوراجپوت تھے۔۱۹۴۷ء تک ریاست کچھ بھوج کی فوج میں بہت سے خانزادے ملازمت پر تھے۔

یہاں صرف چند مثالیں پیش کی گئیں ہیں ورنہ امیر خسرو کی زبان پر خانزادہ بولی کا گمان ہوتا ہے اور اس کے الفاظ خانزادہ بولی میں روزمرہ کی گفتگو کا حصہ ہیں۔

مولف "مرقع میوات" تاریخ ضلع گوڑگانوہ سید الطاف حسین اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۷، مرقع الور شیخ محمد مخدوم (تحصیلدار تجارا) مفید عام پریس آگرہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۳۲، گزیٹر الور سی۔اے۔ہیکٹ کارنامہ راجپوتان ہند مولوی نجم الغنی رام پوری۔ ہمدم برقی پریس لکھنو جون ۱۹۲۷ء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ''اعظم ہمایوں خان شیروانی افغان جو بہلول لودھی کے دربار میں بڑاامیر کبیر سردار تھااس کی دولڑکیاں تھیں ان میں سے ایک کی شادی سکندر لودھی بن بہلول لودھی سے ہوئی اور دوسری علاول خان بن زکریا خان خانزادے والیء میوات سے بیاہی گئی تھی جس کے بطن سے راجاحسن خان خانزادہ شاہ میوات پیدا ہوا۔''[۴۰]

راجاحسن خانزادہ (شہادت ۱۵۲۷ء) فارسی زبان میں شاعری بھی کیا کرتے تھے ان کے چچازاد بھائی جمال خان خانزادہ کی ایک بیٹی کی اکبر بادشاہ کے وزیراعظم بیرم خان سے شادی ہوئی تھی جس کے بطن سے عبدالرحیم خانِ خانان پیدا ہوئے۔عبدالرحیم خانِ خانان شاعر بھی تھے ان کی شاعری کو اردو والے اردو کی ابتدائی شکل اور ہندی والے ہندی کے ابتدائی خدوخال قرار دیتے ہیں لیکن درحقیقت عبدالرحیم خان خانان کی مادری بولی خانزادہ بولی تھی اور ان کی زبان آج بھی خانزادوں کی روزمرہ کی زبان ہے۔مولف "تاریخ فرشتہ" لکھتے ہیں کہ:

> ''عبدالرحیم خان خانان کی والدہ حسن خان میواتی کے چچازاد بھائی جمال خان کی بیٹی تھی۔''[۴۱]

عبدالرحیم خان خانان کے دوہے خانزادہ بولی کی مثال ہیں۔ مثلاً:

جو رحیم گت دیپ کی کل کپوت کی سوئے
بارے اجیارو کرے، برھے اندھیرو ہوئے

اردو معنی	خانزادہ بولی کے لفظ
حالت	گت
چراغ	دیپ
نافرمان، نالائق اولاد	کپوت
جلنا	گبارے
روشنی، اجالا	اجیارو
اندھیرا	اندھیرو

غرائب اللغات، مولف میر عبدالواسع ہانسوی اردو کی پہلی لغت ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ "نوادرالالفاظ" کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ

''اردو میں فرہنگ نویسی کا باقاعدہ آغاز عہد عالمگیری میں ہوتا ہے چنانچہ اردو کا قدیم ترین لغت غرائب اللغات اسی زمانے میں لکھا جاتا ہے۔''۴۲

مزید لکھتے ہیں کہ:

''عہد شاہجانی کے آخر میں کچھ دور ہریانہ کے علاقے میں ایک ادبی تحریک پیدا ہوتی ہے جو ہریانہ کے علاوہ آس پاس کے دوسرے علاقوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔''۴۳

نوادرالالفاظ کہ جس کی بنیاد غرائب اللغات پر ہے کہ بارے میں اسی لغت کے مقدمے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں کہ:

''زبان اردو کے محقق اور مورخ کے لیے یہ بات فائدے اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ نوادرالالفاظ عہد عالم گیری سے لے کر شاہ عالم ثانی کے زمانے تک کی اردو پر سیر حاصل روشنی ڈالتی ہے۔''۴۴

اب میں ''نوادرالالفاظ'' ہی سے کچھ اور اقتباسات درج کرتا ہوں یہ اقتباسات ڈاکٹر سید عبداللہ کے مقدمے کے ہیں۔

''ادرالالفاظ کے اوراق میں انہوں نے جن جن ہندوستانی زبانوں کا تذکرہ کیا ہے ان کی فہرست یہ ہے، ہندی کتابی (سنسکرت)۔گوالیاری (برج) ہندی، راجپوتی (راجستھانی) کشمیری یا ہندی کشمیری۔ ہندی، پنجاب۔ زبان مردم پنجاب، زبان اردو، زبان اکبرآباد و شاہ جہاں آباد اصطلاح شاہ جہاں آباد، اہل اردو۔ ہندی فصحا''۴۵

ڈاکٹر سید عبداللہ، نوادرالالفاظ میں آریائی زبان اور اس کے الفاظ کی شمولیت کا بھی ذکر کرتے ہیں

''کون سے الفاظ ایسے ہیں جو بنیادی طور پر ایک قدیم آریائی زبان سے متعلق ہیں جو دو حصوں اور دو شاخوں میں بٹ جانے سے پہلے کی زبان تھی۔''۴۶

اور ایک اقتباس یہ بھی

''اور اس لحاظ سے دیکھا جائے تو غرائب اللغات، مطالعہ لسانی کے سلسلے میں بڑی مفید کتاب کیوں کہ اس سے

ہریانہ ودہلی اوراس کے مضافات بلکہ شمالی ہندوستانی پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔غالباً اسی وجہ سے اپنے زمانے میں غرائب اللغات کی یہ اہمیت تسلیم کی گئی۔''۴۷

دہلی کے مضافات کا علاقہ میوات ہے اور میواتی علاقہ گڑ گاؤں تو دہلی سے متصل ہے۔ہریانہ بھی میوات سے متصل ہے اور حصار، جھجر، پٹودی، نارنول، ریواڑی خانزادہ سلطنت کا حصہ اور ہانسی میں بھی خانزادوں کا عمل دخل رہا ہے۔

خانزادے جادوبنسی راجپوت اور آریانسل سے ہیں۔درج بالا اقتباسات میں آریائی زبان والفاظ راجپوتی بولی کے الفاظ کا غرائب اللغات اور نوادرالالفاظ میں شامل ہونے کا بتایا گیا ہے اس بات کی پھر وضاحت کرتا چلوں کہ دہلی کے مضافات کا علاقہ میوات ہے اور میوات صدیوں تک جادوراجپوتوں اور قبول اسلام کے بعد جادوبنسی راجپوت قبیلے خانزادوں کا گڑھ رہا ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خان نے بھی اس بات کی نشاندہی اپنی تصنیف تاریخ زبان اردو میں کی ہے۔

''فتح دہلی کے بعد سے میوات نومسلموں کا گڑھ رہا ہے۔''۴۸

جیسا کہ "نوادرالالفاظ" کے مقدمے کے اقتباسات میں بیان کیا گیا ہے کہ غرائب اللغات کا آغاز عہد شاہ جہانی کے آخر کا ہے اور عہد عالمگیری میں تکمیل ہوتی ہے اور غرائب اللغات کے سلسلے کے تسلسل کو سراج الدین خان آرزو نوادرالالفاظ کی صورت میں آگے بڑھاتے ہیں اور یوں اس لغت میں عہد شاہ جہانی کے آخری دور سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر اور شاہ عالم ثانی تک کا دور اور لسانی تاریخ سامنے آجاتی ہے۔

درج بالا ادوار میں خانزادے مغل دربار اور حکومت میں اعلی مناصب اور اثر ررسوخ رکھتے تھے۔

میوات کے حوالے سے پی ایچ ڈی کرنے اور میوات پر کئی تحقیقی مقالات تحریر کرنے والے عصر حاضر کے مورخ ڈاکٹر سورج بھان بھردواج اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

''جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خانوا کی جنگ کے بعد خانزادوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور میوات مغل انتظامیہ کے کنٹرول میں چلا گیا خانزادے مغل امراء کا حصہ بن گئے۔''۴۹

نواب فیروز خان خانزادہ کو مغل شہنشاہ شاہ جہاں سے نواب کا خطاب اور جاگیر عطا ہوئی آپ کی موروثی جاگیر میوات میں تھی۔داراشکوہ کی فوج میں فوج میمنہ کے سردار تھے اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں ہزاری منصب اور خلعت سے نوازے گئے۔ اٹاوہ، دیپال پور اور سرہند کے گورنر اور فوجدار رہے نواب فیروز خان خانزادے کے ایک صاحب زادے نواب لشکر خان کے برصغیر کین نام ور فارسی شاعر مرزا عبدالقادر بیدل سے ذاتی تعلقات تھے۔بیدل نے نواب لشکر خان خانزادہ کی ایک جنگ میں فتح کو نظم بھی کیا ہے۔

فتح جنگ خان خانزادہ بھی مغل شہنشاہ شاہ جہاں کے وزیر تھے جن کا وسیع وعریض اور پانچ منزلہ بلند سنگی مقبرہ الور میں آج بھی خانزادہ فن تعمیر کا شاہکار ہے۔مقبرے کے داخلی دروازے پر راجستھان حکومت نے ایک بورڈ پر یہ تفصیل لکھی ہے کہ فتح جنگ خان

خانزادہ کا تعلق الور کے خانزادہ حکمرانوں سے ہے اور وہ شاہ جہاں کے وزیر رہے ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد مغل سلطنت میں مختلف فوجی عہدوں پر فائز رہی۔

ان باتوں کو سامنے رکھیں تو یہ بات عیاں ہے کہ خانزادوں کی بولی کے دہلی پر اثرات اور دہلی کی زبان کے خانزادہ بولی پر اثرات پڑتے ہیں۔عبدالرحیم خان خاناں کی مادری بولی خانزادہ بولی تھی جو کہ اس کے دوہوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

یوں اردو زبان کی تشکیل میں خانزادوں اور خانزادہ بولی کا نمایاں حصہ ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اردو کے پہلے غرائب اللغات نوادرالالفاظ میں ایسے الفاظ کثیر تعداد میں ہیں جو کہ دہلی کے مضافات نومسلم راجپوت خانزادوں کی راجپوتی بولی کہ ہیں جو کہ اب خانزادہ بولی کہلاتی ہے

اگر ان لغات میں سے فارسی ترکی عربی الفاظ نکال دیئے جائے جو کہ انتہائی قلیل تعداد میں ہیں تو باقی لغات ان ہی الفاظ پر مشتمل ہے جو کہ آج خانزادوں کی بولی میں مستعمل ہیں۔

غرائب للغات،نوادرلالفاظ سے ایک مثال خانزادوں کی مرغوب غذا اور میوات کا ذکر یوں ملتا ہے۔

> ''مہیری در رسالہ طعامے کہ از دوغ و برنج یا آرد جود باجرہ دلیدہ گندم انداختہ پزند و اکثر خوراک مردم میوات است۔وبرائے پختگی دانہ کہ سخت شدہ باشد نیز ضماد کنند دوغبا بدال رواو مجہول وہائے موحدہ لیکن دوغوا کہ میدل دوغباست یا برعکس آں بہ معنی آشے است کہ از دوغ ماست پزند مہیری آش نیست۔حواشی میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے مہیری کی وضاحت میں لکھا ہے کہ چاچھ میں پکایا ہوا باجرہ۔'' ۵۰

باجرہ میوات کی اہم فعل تھی۔باجرے اور گندم کی مہیری آج تک خانزادہ گھرانوں میں پکائی اور شوق سے کھائی جاتی ہے۔

نوادرلالفاظ کے مقدمے میں ڈاکٹر سید عبداللہ غرائب اور نوادر دونوں میں موجود بہت سے الفاظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

> ''اس کے علاوہ بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے تلفظ پر راجستانی،پنجابی،ہریانی اور عام قصباتی رنگ غالب ہے۔مثلاً بعض لفظوں میں ڑ کے بجائے ڈ۔'' ۵۱

مقالے کے ابتدا میں اس بات کے حوالے دیئے جا چکے کہ غرائب اور نوارد میں موجود الفاظ سب سے زیادہ خانزادہ بولی یعنی خانزادہ واتی کے ہیں۔

اب ڈاکٹر سید عبداللہ کے درج بالا بیان اور خانزادہ بولی کی اس خاصیت کو جو کہ خانزادہ بولی کے عنوان کے تحت بیان کی جا چکی ہے کو سامنے رکھیں کہ خانزادہ بولی جو کہ راجپوتی راجستھانی بولی ہے میں ڑ۔ڈ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔مثلاً

خانزادہ بولی کے لفظ	اردو معنی
ساڑھو	ساڈھو
اساڑھ	اساڈھ

گاڑی	گاڈی
گاڑھا	گاڈھا
بڑھانا	بڈھانا

ڈاکٹر سید عبداللہ مزید لکھتے ہیں کہ

''مگر نوادر میں ایسے الفاظ کی کمی نہیں جو آج دہلی تو کیا عام اردو میں بھی کم استعمال ہوئے ہیں بلکہ بعض تو مطلقاً متروک ہو چکے ہیں۔''۵۲؎

ڈاکٹر سید عبداللہ نے متروک الفاظ کے ذیل میں مثال کے طور پر آٹھ (؟) الفاظ درج کیے ہیں لیکن یہ وضاحت کر دی کہ ایسے الفاظ کی کمی نہیں ہے۔۵۳؎

ذیل میں ایسے چند الفاظ کی فہرست دی جاتی ہے جو کہ اب اردو میں متروک ہیں بعض موجودہ تلفظ/املا اور معنیٰ میں رائج نہیں لیکن خانزادہ بولی میں اب بھی مستعمل ہیں۔

الفاظ	صفحہ نمبر	الفاظ	صفحہ نمبر
ارڈ	۲۰	اساڈھ	۲۲
انب۔ابنھ	۳۸	اوندھا مارنا	۴۷
باڈھئی	۵۳	باوڑی (باؤڑی)	۵۳
بھاجی	۵۹	بھاٹ	۶۰
بھات	۶۱	بھادوں	۶۱
بھرچی	۶۵	بدھی	۶۶
بدھائی	۶۶	بدھنا	۶۷
بڈھنا	۶۷	بڈھاونا	۶۸
بھروٹا	۶۹	برما	۶۹
بری	۷۰	بساندھ	۷۴
بقچا	۶۶	بیرکھ	۹۵
بوڑا پھوک	۸۶	پھانک (قاش)	۱۰۲
پھلاونا	۱۲۱	ٹیپ ناپ	۱۶۷
جات	۱۷۰	چھاج	۱۹۰

چپڑی روٹی	۱۹۶	چھوکرا، چوہرا	۲۱۸
چوبارا	۲۱۹	چونچ مارنا بچے نکالنے کوں	۲۲۰
چونپ لگانا	۲۲۱	چھوڑنا	۲۲۲
چیکٹ	۲۲۳	دودھ چھٹاونا	۲۴۴
ڈابھ	۲۴۸	سول	۲۸۹
سیویں	۲۹۹	کھاٹ	۳۱۲
کچہری	۳۲۶	کڈھی	۳۲۷
کن سلائی	۴۶	کونڈا	۳۵۰
کھونا	۳۵۳	گولی	۳۵۳
گاڈھا	۳۶۱	گڈیا	۳۶۷
لار	۳۸۷	لولا	۳۹۵
مسوڈھا	۴۰۷	مہیری	۴۱۹
مہمانی	۴۱۹	مہ کی باس	۴۲۱
مُہ آونا	۴۲۱	نکٹا	۴۳۱

ڈاکٹر عزیز انصاری اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے جو کتابی صورت میں "اردو اور راجستھانی بولیاں" کے نام سے شائع ہوا مشرقی راجستھانی یعنی میوات میں بولی جانے والی بولیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> ''شہروں میں بول چال اور گفتگو میں اردو استعمال ہوتی ہے مگر دیہاتوں میں راجستھانی بولی جاتی ہے جسے علاقائی طور پر بھرتپوری، دھولپوری اور الور شاہی بھی کہتے ہیں۔ یہاں کی راجستھانی پر اردو اور فارسی کا گہرا اثر ہے اس کے علاوہ برج بھاشا سے بھی یہ زبان براہ راست متاثر ہے جس کے نتیجے میں یہاں کی بولی قدیم برج ہی کی ایک شاخ معلوم ہوتی ہے الور کی ایک تحصیل میں میواتی کا بھی چلن ہے مگر راجستھانی سے مل کر یہ بھی اپنی اصلیت کھو چکی ہے۔''[۵۴]

ڈاکٹر عزیز انصاری ۱۹۴۷ء تک کی میوات کے ایک حصے ''الور'' کی صورت حال بیان کر رہے ہیں یہاں انہوں نے میوات کی بولیوں کو ان کے علاقوں کی نسبت سے نام دیئے ہیں جن میں ایک نام "الور شاہی" ہے۔

''الور شاہی'' ہی دراصل خانزادہ واتی یا خانزادہ بولی ہے۔ میوات کے شہر خانزادہوں نے ہی بسائے تھے اور ۱۹۴۷ء تک میوات کی شہری آبادی بھی خانزادوں پر مشتمل تھی الور (ریاست ضلع) کے دوسرے اہم اور بڑے شہر تجارا کو ''گزیٹر الور'' میں پی ڈبلیو پاؤلیٹ ''خانزادہ سب ڈویژن'' کا نام دیتے ہیں۔

۱۹۴۷ء تک خانزادوں کا میوات میں گڑھ اور سب سے بڑا شہر اور تحصیل ''تجارہ'' جسے گزیٹر الور (پولٹ) میں ''خانزادہ سب ڈویژن'' لکھا گیا ہے میں بولی جانی والی زبان کو ڈاکٹر عزیز انصاری کوئی نام نہیں دیتے اور یہ لکھتے ہیں

''الوری، راجستھانی اور میواتی کی مخلوط شکل۔''۵۵

ڈاکٹر عزیز انصاری نے اس بولی کی ایک مثال بھی درج کی ہے جو اب پاکستان خصوصا سندھ میں خانزادہ بولی یا خانزادہ واتی کے نام سے جانی جاتی ہے مثال درج ذیل ہے۔

''ایک دن ایک باج ایک راجا کا کلاں سے اڑ رہانی ایک بوڑھا کی جھونپڑی میں چلو گیو بوڑھا نے واکو پکڑ رہانی ملوک تیرے دیکھیو۔ پیار کریو اور پھیر کہنڑ لگیو، ارے ملوک جناور تیرا ناکھون بڑھ گیا اور بال بڑا ہو گیا اور تیرا دھنڑی کے پروا بھی ناں بوڑھا نے کترنی لیر ہانی وا کی چونچ پانکھ اور ناکھون سارا کاٹ دیا۔''۵۶

اردو:

''ایک دفعہ ایک باز شاہی قلعے سے اڑ کر ایک بوڑھے کی کٹیا میں چلا گیا بوڑھے نے اسے پکڑ لیا دیکھا بھالا پیار کیا اور پھر کہنے لگا اے حسین پرندے! تیرے ناخن بڑھ گئے ہیں بال لمبے ہو گئے ہیں اور تیرے مالک نے پرواہ تک نہیں کی اس نے قینچی لی اور اس کی چونچ پر اور ناخن کاٹ ڈالے۔''۵۷

۱۹۴۷ء تک میوات کی شہری اور بڑے قصبات کی آبادی خانزادوں پر مشتمل تھی اپنی حکومت ختم ہونے کے بعد خانزادی فوج اور سول شعبوں میں اعلیٰ مناصب اور زمینداری سے وابستہ تھے ہر خانزادہ خاندان زمین کی ملکیت ضرور رکھتا تھا اور میوات کا پڑھا لکھا طبقہ خانزادوں ہی پر مشتمل تھا۔ اس کے بات کے ثبوت کے طور پر اس علاقے کی سرکاری دستاویزات، گزیٹر اور متعدد تاریخی کتب جو ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء تک اور اس کے بعد لکھیں گئی دیکھی جا سکتی ہیں۔

فارسی کے بعد خانزادوں کی علمی، ادبی، تحریری زبان اردو تھی میواتی علاقے ''الور'' پر مشتمل ''ریاست الور''، جس میں تحصیل شہر تجارہ بھی شامل ہے جسے پی ڈبلیو پولیٹ گزیٹر الور میں ''خانزادہ سب ڈویژن'' لکھتے ہیں بھی شامل ہے اردو زبان کی ۱۹۴۷ء تک کی صورت حال کو ڈاکٹر عزیز احمد انصاری اپنے یہاں پی ایچ ڈی کے مقالے میں یوں بیان کرتے ہیں۔

''الور مشرقی راجپوتانہ ایجنسی کی سابق ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست تھی اس ریاست میں مسلمانوں کی آبادی برصغیر کی تقسیم سے قبل تک کل آبادی کی لگ بھگ نصف تھی شمالی مشرقی راجستھان کی دوسری ریاستوں کی طرح الور میں بھی ابتداء دفتری زبان فارسی تھی جو مہاراجہ بنے سنگھ کے عہد تک قائم رہی بعد ازاں ۱۸۵۰ء اور ۱۸۹۱ء کے درمیان یعنی مہاراجہ منگل سنگھ کے دور حکومت میں دفتری زبان اردو بن گئی جو ۱۹۰۹ء تک جاری رہی۔''۵۸

یہ بات واضح رہے کہ بختاور سنگھ مغل سند اور جاٹوں مرہٹوں اور ہندو راجپوتوں کی مشترکہ فوج کی مدد سے آخری خانزادہ حکمران راجا ذوالفقار خان خانزادہ کو ۱۸۰۳ء میں شکست دے کر ہی ریاست الور پر اپنے اقتدار کو مستحکم کر سکا۔۵۹

ڈاکٹر عزیز انصاری ''اردو اور راجھستانی بولیاں'' میں الور (میوات) میں اردو زبان سے محبت، چلن اور فروغ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اہل الور کو اس بات پر فخر ہے کہ یہ ریاست ہمیشہ سے علم و فضل اور شعر و ادب کا مرکز رہی ہے اور اردو زبان و ادب کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اور ایک دور ایسا بھی آیا کہ لوگ الور کو نئی دہلی کہنے لگے۔''۶۰

الور میں جب اردو کی جگہ ۱۹۱۱ء میں ہندی کو ریاستی زبان بنایا گیا تب بھی خانزادوں کی علمی، ادبی اور تحریری زبان اردو ہی رہی ۱۹۳۵ء میں میوات اور خانزادوں کی تاریخ "مرقع میوات" مولف خانزادہ شرف الدین احمد شرف جمال پرنٹنگ ورکس دہلی، اردو زبان میں ہی شائع ہوئی۔ اس صورت حال میں الور (میوات) میں اردو سے محبت اور اردو کی ترقی و ترویج کو ''اردو اور راجستھانی بولیاں'' میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

> ''ریاست میں اردو کی جگہ ہندی رسم الخط کے نفاذ پر فارسی و عربی کے آسان اور سیدھے سادھے الفاظ کی جگہ سنسکرت کے نامانوس اور مشکل الفاظ داخل کے گئے کئی ہندی اسکول اور ایک سنسکرت کالج قائم کیا گیا تاہم بول چال اور تحریروں میں اردو بدستور استعمال ہوتی رہی۔ بعض سرکاری درس گاہوں میں اردو کی تدریس کا انتظام تھا راج رشی کالج میں بھی اردو پڑھائی جاتی تھی مسلمانوں نے اردو اور دینیات کی تعلیم کے لیے کئی مدارس قائم کر رکھے تھے جن کی تعداد ریاست میں لگ بھگ تیس تھی۔ قبل از تقسیم رادھا کانت نام کا ایک پریس تھا اور پریس مطبع یوسفی تھا جہاں اردو چھپائی ہوتی تھی باقی کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ سرکاری اور نجی کتب خانے بھی تھے جن میں نادر کتب اور گراں قیمت قلمی مسودات تھے۔ ریاست میں تجارہ اچھی جگہ تھی تصنیف و تالیف کا کام ریاست میں بہت ہوا ہے کئی ہندو صاحب دیوان شاعر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تین انگریزی اردو شاعروں کا کلام بھی طبع ہوا ہے۔ (انگریز اردو شعرا جوزف بنسفی فنا الیگزنڈر ہڈرے آزاد اور جارج بیسن شور ہیں) نثر میں تحریر کی جانے والی کتابوں کی تعداد بھی خاصی ہے اگر ان سب کتابوں کی فہرست دی جائے تو کئی صفحات بھر جائیں۔''۶۱

اردو زبان کے آغاز و ارتقاء میں خانزادہ بولی اور خانزادوں کے حصے کا جائزہ پیش کیا جا چکا۔ اردو کی پیدائش سے قبل خانزادوں کی علمی، ادبی اور تحریری زبان فارسی تھی خانزادوں اور دہلی سلطنت کے درمیان تعلقات پر پچھلے صفحات میں بحث کی جا چکی ہے۔

میوات میں خانزادوں کی تعمیر شدہ مساجد، عیدگاہیں، مقابر، سرائے، قلعوں پر فارسی زبان میں لکھے کتبے نصب ہیں۔ مشہور خانزادہ حکمراں راجا حسن خان خانزادہ میواتی نے فارسی زبان میں شاعری بھی کی۔ ''مرقع میوات'' میں بطور نمونہ اشعار بھی درج ہیں کیوں کہ اردو زبان کی پیدائش اور ارتقا میں خانزادہ بولی کا حصہ نمایاں ہے بلکہ یہ بولی اردو زبان کی ماں ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان اپنی پیدائش ہی سے فارسی کے بعد خانزادوں کی علمی، ادبی اور تحریری زبان رہی ہے جس کے لیے بطور ثبوت ایک اقتباس ڈاکٹر عزیز انصاری کے مقالے کا ابتدا میں درج کیا گیا جس میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ اب اس پر اردو اور فارسی کا گہرا اثر ہے۔ اور اس کے علاوہ برج بھاشا سے بھی یہ بولی براہ راست متاثر ہے۔

اگر ہم نامور ماہر لسانیات ڈاکٹر مسعود حسین خان کے بیانات کو بھی سامنے رکھیں تو اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں

کہ ''میوات''ہی وہ علاقہ ہے جہاں اردو زبان کی پیدائش ہوئی اور میوات کے مسلم خانزادہ حکمرانوں، خانزادوں اور خانزادہ بولی نے اس کے آغاز و ارتقاء میں سب سے اہم اور زیادہ کردار ادا کیا ہے۔

حواشی

۱۔ شرف الدین احمد شرف خانزادہ، ''مرقع میوات''، بار اوّل، جمال پرنٹنگ ورکس، دہلی، ہندوستان، ۱۹۳۵ء، ص ۷۷۔

۲۔ سر ڈینزل ابسٹن، ''پنجاب کی ذاتیں''(castes of Punjab)، اردو ترجمہ یاسر جواد، فکشن ہاؤس، لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۴۱۹۔

۳۔ ڈاکٹر سورج بھان بھردواج، سہ ماہی ''تاریخ''، شمارہ ۴۸، ''میوؤں کی عہد وسطیٰ میں اسلامائزیشن اور کاشت کاری کے عمل میں ہجرت کی یادیں''، ایڈیٹر: ڈاکٹر مبارک علی۔ فکشن ہاؤس، لاہور، نومبر ۲۰۱۳، ص ۴۲۔

۴۔ ایضاً، ص ۸۔

۵۔ محمد قاسم فرشتہ، ''تاریخِ فرشتہ''، فارسی، جلد اوّل، اردو ترجمہ: عبدالحی مشفق خواجہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ص ۴۷۳۔

۶۔ ایضاً، ص ۴۸۷۔

۷۔ ایضاً، ص ۴۷۶۔۴۷۷۔

۸۔ ایضاً، ص ۵۰۴۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ ظہیر الدین بابر، ''تزک بابر''، ترکی، اردو ترجمہ، رشید اختر ندوی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۵۔

۱۱۔ Powlett.maj,p,w,gazatter of Ulwur (Alwar) late settlement officer of Alwer,trubner and Co,ludgate Hill London,1878,page.2

۱۲۔ ''پنجاب کی ذاتیں''، ص ۴۱۶۔

۱۳۔ سہ ماہی ''تاریخ''، ص ۴۲۔

۱۴۔ ''مرقع میوات''، ص ۱۶۰۔۱۶۱۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۰۵۔۳۰۹۔

۱۶۔ Powlett maj:pw,gazatter of Ulwur (Alwar) trubner and ludgate Hill London 1878, page 144.

۱۷۔ ایضاً.

۱۸۔ Thara ٹھرا خانزادہ بولی میں اس اونچے چبوترے کو بولتے ہیں جہاں بیٹھ کر انصاف یا فیصلے کئے جائیں۔

۱۹۔ ''مرقع میوات''، ص ۱۵۰۔

۲۰۔ ایضاً،ص۶۳۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ ایضاً،ص۶۵۔

۲۳۔ ’’تزک بابری‘‘،ص۲۲۵۔

۲۴۔ ڈاکٹرعزیزاحمدانصاری،’’اردواورراجستھانی بولیاں‘‘،حرافاؤنڈیشن پاکستان،اکتوبر۲۰۰۰ء،ص۹۵۔

۲۵۔ ’’مرقع میوات‘‘،ص۴۱۔

۲۶۔ ایضاً،ص۴۳۔

۲۷۔ ایضاً،ص۴۱تا۴۳۔

۲۸۔ پروفیسرڈاکٹرایوب قادری،’’میوات میں فروغ اسلام کے لیےصوفیاء کی خدمات‘‘،نقوش میوات،میوات اردواکیڈمی لاہور،اکتوبر۱۹۹۲ء،ص۴۰۔

۲۹۔ ڈاکٹرمسعودحسین خان،’’تاریخ زبان اردو‘‘،اردواکیڈمی،کراچی،۱۹۶۶ء،ص۱۹۲۔

۳۰۔ مرقع میوات،ص۸۸۔

۳۱۔ ’’تاریخ زبان اردو‘‘،ص۴۹۔

۳۲۔ ایضاً،ص۵۰۔

۳۳۔ ایضاً،ص۱۰۵۔

۳۴۔ ایضاً،ص۱۹۱۔

۳۵۔ ریاض جعفری،’’طوطئ ہندامیرخسرو‘‘انگریزی،اردوترجمہ:مسعودمفتی،سیونتھ اسکائی پبلی کیشنز،لاہور،اکتوبر۲۰۰۹ء،ص۱۵۶۔

۳۶۔ ایضاً،ص۱۵۱۔

۳۷۔ گوپی چندنارنگ،’’امیرخسروکاہندوی کلام مع نسخہ برلن ذخیرہ اشپرنگر‘‘،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۸ء،ص۴۸۔

۳۸۔ ایضاً،ص۱۶۰۔

۳۹۔ ایضاً،ص۱۴۲۔

۴۰۔ مرقع میوات،ص۱۳۷۔

۴۱۔ ’’تاریخ فرشتہ‘‘،ص۶۹۳۔

۴۲۔ سراج الدین خان آرزو،’’نوادرالالفاظ‘‘،مرتبہ ڈاکٹرسیدعبداللہ،انجمن ترقی اردوپاکستان،۱۹۹۶ء،ص۱۔

۴۳۔ ایضاً،ص۳۔

۴۴۔ ایضاً،ص۳۰۔

۴۵۔ ایضاً۔

۴۶۔ ایضاً،ص۲۷۔

۴۷۔ ایضاً،ص۱۱۔

۴۸۔ ’’تاریخ زبان اردو‘‘،ص۱۹۲۔

۴۹۔ سہ ماہی’’تاریخ‘‘،ص۴۲۔

۵۰۔ ’’نوادرالالفاظ‘‘،ص۴۱۹۔

۵۱۔ ایضاً،ص۳۵۔

۵۲۔ ایضاً۔

۵۳۔ ایضاً۔

۵۴۔ ’’اردواورراجستھانی بولیاں‘‘،ص۱۷۸۔

۵۵۔ ایضاً،ص۱۸۷۔

۵۶۔ ایضاً۔

۵۷۔ ایضاً،ص،۱۸۵۔

۵۸۔ ایضاً،ص۴۹۴۔

۵۹۔ Powlett,maj,pw,gazatter of Ulwur (Alwar)late settlement officer of and ludgate Hill London.1878,page144.Alwar,trubne

۶۰۔ ’’اردواورراجستھانی بولیاں‘‘،ص۴۹۴۔۴۹۵۔

۶۱۔ ایضاً۔

فہرستِ اسنادِمحولہ:

۱۔ ابسٹن،ڈینزل سر اردو ترجمہ،یاسر جواد "پنجاب کی ذاتیں castes of Punjab"(انگریزی)،فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۰۶ء

۲۔ انصاری،عزیز احمد،ڈاکٹر:۲۰۰۰ء’’اردواورراجستھانی بولیاں‘‘،حرا فاؤنڈیشن کراچی۔

۳۔ آرزو،خان،سراج الدین۔مرتبہ:ڈاکٹر سید عبداللہ:۱۹۹۲ء،’’نوادرالالفاظ‘‘،انجمن ترقی اردو پاکستان۔

۴۔ بابر، ظہیر الدین، اردو ترجمہ: رشید اختر ندوی: ۲۰۰۴ء، ''تزک بابری''، (ترکی) سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

۵۔ جعفری، ریاض۔اردو ترجمہ: مسعود مفتی: ۲۰۰۹ء، ''طوطی ہند امیر خسرو (انگریزی) سیونتھ اسکائی پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۹ء۔

۶۔ خانزادہ، شرف الدین، احمد: ۱۹۳۵ء، ''مرقع میوات''، جمال پرنٹنگ ورکس دہلی، ہندوستان۔

۷۔ خان، مسعود حسین، ڈاکٹر: ۱۹۶۶ء، ''تاریخ زبان اردو''، اردو اکیڈمی کراچی۔

۸۔ فرشتہ، محمد قاسم۔اردو ترجمہ: عبدالحی مشفق خواجہ: س ن، ''تاریخ فرشتہ''، (فارسی)، جلد اول، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۹۔ قادری، ایوب، ڈاکٹر: اکتوبر ۱۹۹۲ء، ''میوات میں فروغ اسلام کے لیے صوفیاء کی خدمات''، نقوش میوات، میوات اردو اکیڈمی لاہور۔

۱۰۔ نارنگ، گوپی چند، ڈاکٹر، امیر خسرو کا ہندوی کلام مع نسخہ برلن، ذخیرہ اشپرنگر سنگ میل پبلی کیشنز لاہو ۲۰۰۸ء۔

۱۱۔ Powlett,maj,pw,gazatter of Ulwur (Alwar) late settlement officer of Alwar, trubner and ludgate hill London.1878,

رسالہ:

بھردواج، سورج بھان، ڈاکٹر۔ایڈیٹر مبارک علی، سہ ماہی ''تاریخ''، شمارہ ۴۸، ''میوؤں کی عہد وسطی میں اسلامائزیشن اور کاشت کاری کے عمل میں ہجرت کی یادیں'': نومبر ۲۰۱۳ء، فکشن ہاؤس لاہور۔